25

ہر ایک اخلاقی مجرم چشم پوشی کے قابل نہیں

(فرمودہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

چونکہ آج میری طبیعت اچھی نہیں۔ بخار کی شکایت ہے اس لئے اس وقت میں کوئی لمبی تقریر نہیں کرنا چاہتا۔ مختصراً ایک اعتراض کا جو میرے سامنے پیش کیا گیا ہے جواب دیتا ہوں۔

ایک شخص نے مجھے خط لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر میرا کوئی مرید شراب کے نشے سے مخمور کسی گلی کی نالی میں پڑا ہو۔ تو میں بڑی شفقت سے اس کا منہ صاف کروں اور کندھے پر اٹھا کر اپنے گھر لے آؤں۔ اس سے معترض کی مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کا مغز یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرعی اور اخلاقی مجرموں کو کوئی سزا نہ دینی چاہیے۔ ہمارا کام زیادہ سے زیادہ یہی ہے کہ اس کو وعظ اور نصیحت کریں۔ مگر آپ سزا دینا چاہتے ہیں۔ یہ سوال اگر حقیقت کے سب پہلوؤں کو مد نظر نہ رکھا جائے تو ایک حد تک درست ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر مغز شریعت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے اصلی منشاء کو مد نظر رکھا جائے۔ تو آپ کی اس تعلیم پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے اندر خاص معنی رکھتی ہے۔ جب آپ نے یہ فرمایا کہ اگر میرا کوئی دوست شراب سے مدہوش پڑا ہو۔ تو میں اسے اپنے گھر اٹھا لاؤں گا تو اس سے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ اگر آپ کا کوئی مرید شراب پیتا ہے تو آپ اس کے لئے کوئی سزا جائز نہیں سمجھتے۔

رسول کریم ﷺ نے جب شراب پینے والے کے لئے حد مقرر فرمائی ہے۔(ا) تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کے ایسے معنی کرنا غلطی ہے۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ رسول کریم ﷺ نے شرابی کے لئے حد مقرر کرنے میں غلطی کی ہے۔ اور اگر یقیناً آپ

کی مراد یہی ہے کہ کسی اخلاقی مجرم کو سزا نہ دینی چاہیے۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ چور کے ہاتھ کاٹنے کی جو تعلیم قرآن میں دی گئی ہے وہ غلط ہے۔ اسی طرح اگر معترض کے نزدیک یقیناً آپ کی مراد وہی ہے جو اس نے لی ہے۔ تو پھر قرآن کریم کی اس تعلیم کو بھی غلط قرار دینا پڑے گا کہ اخلاقی مجرموں کو سزا دینے کے وقت تم میں رأفت نہیں آنی چاہیے۔ اور اگر آپ کی تعلیم کا وہی منشاء ہے جو معترض نے پیش کیا ہے۔ تو پھر جس طرح آپ نے یہ بات تحریر فرمائی ہے اسی طرح آپ کی یہ بات بھی ڈائری میں موجود ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ اخلاق کے متعلق ایک کتاب لکھوں اور پھر جو میری جماعت میں سے اس کی خلاف ورزی کرے۔ اس کو اپنی جماعت سے خارج کر دوں۔ پس آپ کی اس بات کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کیا یہ بات صحیح نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بعض آدمیوں کو ان کی بد اخلاقیوں کی وجہ سے قادیان سے نکال دیا گیا۔ چنانچہ ایک کو اس واسطے حضرت مسیح موعودؑ نے نکال دیا تھا کہ وہ بہت حقہ پیا کرتا تھا اور ایک کو اس لئے کہ وہ بالکل نکما بیٹھا بیہودہ باتیں کیا کرتا تھا۔ جہاں معترض نے حضرت مسیح موعودؑ کی اس تعلیم کو دیکھا ہے وہاں اس کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ شریعت کے دوسرے احکام اور آپ کی دوسری تعلیم اس پر کیا روشنی ڈالتی ہے۔ میرے نزدیک وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح تعلیم ہے۔ جو معترض نے پیش کی ہے۔ اور وہ بھی صحیح ہے۔ جو دوسری جگہ حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمائی ہے۔

اصل میں انسان کے اعمال دو قسم کے ہیں ایک عمل تو وہ ہیں جو ظاہر نہیں ہوتے اور عام طور پر لوگوں کی نظروں سے مخفی ہوتے ہیں اور جن کا دوسروں پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ ایسے امور ہوتے ہیں جن کا حکومت کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا۔ ایسے معاملہ میں ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کے عیب کو چھپائے اور پردہ پوشی اور چشم پوشی سے کام لے۔ اگر ایسی حالت میں کوئی اپنے بھائی کے متعلق چشم پوشی سے کام نہیں لیتا تو وہ مجرم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص اپنے بھائی کے عیب پر پردہ پوشی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے عیوب پر چشم پوشی فرمائے گا۔ لیکن اگر کوئی ان تشیع الفاحشہ (النور ۲۰) کے ماتحت کسی ایسی بد اخلاقی کا مرتکب ہوتا ہے۔ جس سے دوسروں کے اخلاق پر بد اثر پڑتا ہے۔ اور بدی کی قباحت اور نفرت لوگوں کے دل سے ٹلتی ہے یا جو ایسے امور ہیں کہ انتظام سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو ایسے شخص کو سرزنش نہ کرنا اور خاموشی اختیار کرنا جرم ہو گا۔

مثلاً کسی نے جھوٹ بولا جس سے دوسرے لوگ عام طور پر واقف نہیں اور وہ بھی اپنے

جھوٹ کو چھپاتا ہے۔ اور علیٰ الاعلان اس بداخلاقی کا مرتکب نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کی پردہ پوشی کرے۔ علیحدگی میں اسے نصیحت کرے اور اس کے حق میں دعا کرے کہ خدا تعالیٰ اس کو اس عیب سے پاک ہونے کی توفیق دے۔ لیکن جو شخص جھوٹ بولتا اور علیٰ الاعلان بولتا ہے۔ ایسا شخص دوسروں کے اندر اس بد اخلاقی کے متعلق یہ احساس پیدا کرتا ہے۔ کہ جھوٹ کوئی بری بات نہیں۔ اگر جھوٹ بول لیا جائے تو کوئی حرج نہیں واقع ہوتا۔ خصوصاً بچوں کے اخلاق کو ایسا شخص زیادہ بگاڑتا ہے مثلاً جھوٹ بولتا ہے اور پھر ہنس پڑتا ہے۔ اور اس طرح بچوں کے دل سے اس فعل کی نفرت دور کر کے جھوٹ کی رغبت دلاتا ہے۔ ایسے شخص کو جو شخص سرزنش نہیں کرتا۔ وہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ بلکہ ہزاروں بچوں کو اس جرم کے ارتکاب کے لئے تیار کرتا ہے۔ مثلاً ایک جج کے سامنے کسی گواہ نے جھوٹ بولا۔ کوئی کہے چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی اور اسلام کی یہ تعلیم ہے۔ کہ پردہ پوشی کرنی چاہیے اس لئے جج کو اس کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہیے تو یہ درست نہیں ہوگا۔ اگر جج اس کے اس عیب سے چشم پوشی کرتا ہے تو وہ جج خود مجرم ٹھہرے گا۔ کیونکہ اس کا فرض ہے کہ وہ اس وقت مجرم کے جرم کو ظاہر کرے اور جس نے جھوٹ بولا ہے اس کو جھوٹا کہے اور اس کے جھوٹ کو ظاہر کرے۔ اسلامی حکومت میں اس غرض کے لئے محتسب مقرر ہوتے تھے۔ جن کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ ایسے لوگوں کی فہرستیں تیار رکھا کرتے تھے جو دغا باز فریبی اور جھوٹے یا دوسرے جرموں کے عادی ہوتے ہیں۔ اسلامی حکومت میں جو محتسب ہوتے تھے۔ ان کی کتابوں میں ہر ایک شخص کی نسبت مفصل لکھا ہوتا تھا کہ اس شخص کا بیان سچا ہوتا ہے۔ اور اس کا جھوٹا اور کہ فلاں دغا باز فریبی اور مکار ہے۔ عدالت میں جب کوئی گواہ پیش ہوتا تو جج سب سے پہلے محتسب کو بلاتا اور اس شخص کے متعلق اس سے دریافت کرتا تھا۔ اگر اس کے کاغذات میں اس کے متعلق یہ نوٹ ہوتا تھا کہ وہ جھوٹا ہے اور اس کا بیان سچا نہیں ہوتا تو اس سے گواہی نہ لی جاتی تھی۔ آج کل عدالتوں میں بڑی مشکل ہوتی ہے۔ ایک شخص کا مقدمہ ہوتا ہے اس کو گواہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اپنے کسی دوست سے کہتا ہے کہ میرا مقدمہ ہے تم گواہی میرے حق میں دے دو وہ دے دیتا ہے۔ مگر حکومت اسلامیہ میں ایسے لوگوں کی فہرستیں موجود ہوا کرتی تھیں اس لئے عدالتوں میں جھوٹے گواہ پیش نہیں ہو سکتے تھے۔ جب بھی گواہ پیش ہوتا تھا۔ پہلے محتسب کی اس کے متعلق شہادت طلب کی جاتی۔ اگر وہ کہتا کہ یہ ثقہ گواہ ہے اور اس پر کوئی الزام اور اتہام نہیں ہے۔ تو اس کی شہادت قبول کی جاتی ورنہ رد کر دی جاتی۔

اسلامی حکام نے محتسب کے تقرر کو قرآن کریم کے اس حکم سے استنباط کیا ہے کہ گواہ عادل ہونے چاہئیں۔ وہ کہتے ہیں اگر لوگوں کے حالات سے واقفیت نہ رکھی جائے تو کسی گواہ کی نسبت کس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ واقعہ میں عادل اور ثقہ ہے۔ اس لئے محتسبوں کے پاس ایسے لوگوں کی لسٹیں موجود رہا کرتی تھیں۔ جو جھوٹ کے عادی ہوتے یا بازاروں میں نکمے بیٹھے یونہی ہنسی مخول اور تمسخر کیا کرتے اور جب عدالتوں میں کوئی گواہ پیش ہوتا اس وقت وہ اپنی کتاب سے اس شخص کے متعلق نوٹ پیش کر دیتے۔ اس سے اسلامی حکموں کی خوبی اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں۔ عباسی حکومت میں ہر جرنیل کے ساتھ ایسا شخص مقرر کیا جاتا تھا۔ جو اس کے حالات لکھتا اور اطلاع دیتا رہے کہ وہ جرنیل کیا کچھ کرتا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابو عبیدہ اور خالد بن ولید جیسے انسانوں کے ساتھ بھی خفیہ رپورٹر بھیجے جاتے تھے۔ کہ وہ کس طرح کام کر رہے ہیں۔ تو چشم پوشی کی اس تعلیم کے یہاں یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ کوئی خراب کام بھی کر رہا ہو تو رپورٹر چشم پوشی سے کام لیں اور خاموش رہیں۔ کیونکہ مختلف موقعوں کے مناسب حال مختلف حکم ہوتے ہیں۔

پس ایسے افراد کا جن کے خلاف اخلاق اعمال کا دوسروں پر اثر نہیں پڑتا۔ اور وہ اپنے اعمال کو چھپاتے ہیں اور دوسرے لوگ ان کے ایسے اعمال سے واقفیت نہیں رکھتے۔ ان کے متعلق اسلام کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہی تعلیم ہے کہ ان کی پردہ پوسی کی جائے لیکن جس طرح آپ نے یہ تعلیم دی اسی طرح آپ کی ڈائری میں ان اشخاص کے متعلق جو علی الاعلان بد اخلاقی کے مرتکب ہوں۔ ان کے برے افعال لوگوں پر ظاہر ہو چکے ہوں اور دوسروں پر اثر کرنے والے ہوں یہ بھی موجود ہے کہ میرا ارادہ ہے میں اخلاق پر ایک کتاب لکھوں اور پھر جو خلاف ورزی کرے۔ ان کو جماعت سے خارج کر دوں اور پھر آپ کا عمل بھی موجود ہے کہ آپ نے اس قسم کے لوگوں کو قادیان سے نکالا۔ ہاں ایک ایسا شخص جو کسی بد اخلاقی کا ارتکاب کر بیٹھا ہے اور پھر اس کو چھپاتا ہے۔ اور لوگ بھی اس کے ایسے افعال سے واقف نہیں۔ اس کی لغزش کا اگر کسی کو پتہ لگ جاتا ہے۔ تو اس کا ایک بھائی کی حیثیت سے فرض ہے کہ چشم پوشی کرے۔ اور علیحدگی میں اس کو نصیحت کرے۔ اور اس کے لئے دعا کرے۔ مثلاً کسی کو کسی بھائی کا کوئی جھوٹ معلوم ہو گیا ہے۔ جس کا دوسروں کو علم نہیں اگر وہ اس کی اشاعت کرے تو اس کو مجرم قرار دیں گے۔

پس ہر ایک تعلیم اپنے اپنے موقع کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ورنہ جو طریق معترض نے

اختیار کیا ہے۔ اس پر عمل در آمد کیا جائے تو دس سال کے اندر اندر اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق والی قوم بدترین جماعت ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس تعلیم کو اپنے اپنے موقع پر چسپاں نہ کیا جائے۔ تو جس طرح آج ہم عیسائیوں کے سامنے حضرت مسیح کی اس تعلیم کو کہ اگر کوئی تمہاری ایک گال پر طمانچہ مارے۔ تو دوسری بھی اس کے سامنے کر دو (۲) پیش کر کے انہیں شرمندہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم بھی حضرت مسیح موعودؑ کی اس تعلیم کو عام کریں گے تو قوم کے اخلاق بگاڑنے والے بنیں گے۔ اور پھر نتیجہ یہ ہو گا کہ جس طرح عیسائیوں کی اس تعلیم پر لوگ ہنستے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی اس تعلیم پر بھی ہنسیں گے۔ پس ہر سخنے وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد۔ حضرت مسیح کی اس تعلیم کو پیش کر کے جب لوگ کسی پادری پر ہنستے ہیں۔ تو اس سے اس پادری کی ہتک نہیں ہوتی بلکہ اس تعلیم کا مقصد نہ سمجھنے کی وجہ سے حضرت مسیح کی ہتک ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ہم بھی حضرت مسیح موعودؑ کی اس تعلیم کو موقع پر چسپاں نہیں کریں گے۔ تو نہ صرف ہم پر ہنسی ہو گی۔ بلکہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ پر بھی ہنسی کریں گے۔

چونکہ میری طبیعت اچھی نہیں۔ اس لئے میں اپنے خطبہ کو اسی پر بس کرتا ہوں۔ اس کے بعض اور پہلو بھی ہیں۔ جو کسی اور وقت اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو بیان کروں گا۔ اور وہ بھی اخلاق ہی کے متعلق ہیں۔

(الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۲۵ء)

۱۔ مشکوٰۃ کتاب الحدود باب فی حد الخمر

۲۔ متی